مرثیہ

دورِ ہستی میں حریفِ غمِ ایام ہے نیند

عنوان........ نیند

تعدادِ بند...۶۵

نیند

دورِ ہستی میں حریفِ غمِ ایام ہے نیند   آبِ حیواں سے جو لبریز ہے وہ جام ہے نیند
بطنِ مادر ہی سے قدرت کا اِک انعام ہے نیند   زیرِ دامانِ لحد دائمی آرام ہے نیند

نیند حاصل بھی ہے تحصیل کا اقدام بھی ہے
حرفِ آغاز بھی ہے نقطۂ انجام بھی ہے

''زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب''   'موت' ترتیبِ عناصر میں وقوعِ تخریب
ایک ذرّہ ہے بشر خلق کا جزوِ ترکیب   ہے یہ ذرہ بھی عجب اس کے ہیں جوہر بھی عجیب

افقِ کُن پہ یہ چمکے تو ستارہ ہو جائے
ٹوٹ بھی جائے تو اللہ کو پیارا ہو جائے

بحرِ ہستی کے کنارے ہیں ابد اور ازل   اک طرف خوابِ عدم' ایک طرف خوابِ اجل
زیست اس لائحۂ خواب میں کچھ ردّوبدل   یعنی کل سوتے تھے آج اُٹھ گئے' پھر سوئیں گے کل

ابدی نیند سے یوں ذہن سکوں پاتا ہے
دھوپ سے جیسے کوئی چھاؤں میں آجاتا ہے

شورشِ دہر میں اک وقفۂ آرام ہے نیند   قالب و قلب کی تسکین کا پیغام ہے نیند
حفظِ ترتیبِ عناصر کا سرانجام ہے نیند   روح بالیدہ سحر جس کی ہے وہ شام ہے نیند

نیند اُڑ جائے تو پھر جان کے لالے پڑ جائیں
پائے ہستی میں ہر گام پہ چھالے پڑ جائیں

تن میں پیدا ہو مشقت سے اگر اضمحلال   نیند کر دیتی ہے افسردہ طبیعت کو بحال
دار پر یوں تو نہیں نیند کے آنے کا سوال   خوابِ خرگوش کے ماروں میں ہے ایسا بھی کمال

کاہلوں کے لئے مٹی کا کھلونا ہے نیند
بعدِ محنت کے میسر ہو تو سونا ہے نیند

جب بشر فرطِ مشقت سے تھکا ہوتا ہے   یا مرض صورتِ گردابِ بلا ہوتا ہے
سلب ہوتے ہیں قویٰ' درد سوا ہوتا ہے   تن جدا ہوتا ہے شل ذہن جدا ہوتا ہے

ایسے عالم میں نہ کچھ پوچھئے کیا ہے سونا
غم ہو یا درد بہر حال دوا ہے سونا

زندگی ہو جو کبھی سیلِ حوادث سے دوچار   مان لینا پڑے جب ناخنِ تدبیر کو ہار
یوں بھی کٹ جاتی ہے اکثر رہِ دشوار گذار   خواب میں ہوتا ہے خاصانِ خدا کا دیدار

جب بشارت کی ضیا راہنما ہوتی ہے
نیند مومن کے لئے عقدہ کشا ہوتی ہے

اے خوشا کہف کے اصحاب کا خوابِ شیریں   بن گیا جاں کی اماں' حق کی امانت کا امیں
نیند کی ایسی فضیلت' یہ وقار و تمکیں   ذکر آئے لبِ قدرت پہ بہ عنوانِ حسیں

خوابِ بیداریِ تقدیر پہ حجت بن جائے
بات چھڑ جائے تو قرآن کی سورت بن جائے

یوں تو کہنے کو ہے سونے سے عبادت افضل   مگر اس سے بھی اہم فرض ہے تنظیمِ عمل
بہرِ ترتیبِ عبادت ہے یہ شرطِ اوّل   شب کی طاعت سے نہ ہو دن کے مشاغل میں خلل

سجدہ فطرت کے تقاضوں کی جو تردید کرے
امرِ معبود قم اللّیل کی تاکید کرے

نینداک نعمتِ عظمیٰ ہے بلا وہم وگماں　　　ایسی نعمت جو کرے نذرِ عبادت انساں
بندگی میں اُسے ملتی ہے رضائے یزداں　　　پھروہ چاہے تو بدل جائے نظامِ دوراں

صبح وشام اُسکے ہوں، دن اُسکے ہوں، راتیں اُسکی
فرش کیا عرشِ معلّیٰ پہ ہوں باتیں اُس کی

اُسکی مرضی ہو تو گھر میں اتر آئیں تارے　　　اک اشارے میں ہوں دوٹکڑے مہِ کامل کے
نیند آجائے اگر امرِ خداوندی سے　　　افقِ غرب سے ڈوبا ہوا سورج پلٹے

شاملِ حال اگر یوں کرمِ باری ہو
خوابِ شیریں پہ فدا عالمِ بیداری ہو

برمحل ہو تو ہے نیند ایک عطائے باری　　　بے محل آئے تو ہو روح پہ غفلت طاری
ذوقِ طاعت ہو تو آسان ہے شب بیداری　　　جی نہ لگتا ہو تو دن میں بھی ہو پلکیں بھاری

ذہنِ کاواک کے انداز نرالے نکلے
بزمِ توحید میں بھی اونگھنے والے نکلے

بزمِ توحید، ملائک ہیں جہاں سر بہ سجود　　　جہاں آئینۂ امکاں میں ہے واجب کی نمود
ایسے بندوں کا بھی اس بزم میں ہے آج وجود　　　جن کی فطرت ہے بالا علان حریفِ معبود

عہدِ حاضر کے جواں، وہم وگماں کے پیکر
روحِ آزر کے امیں، عشقِ بتاں کے پیکر

یہ جوانانِ سر افتادہ و کوتاہ نظر　　　درس گاہوں سے لیا کرتے ہیں الٹا ہی اثر
بس کہ ہے زیورِ تعلیم بھی آخر زیور　　　طالبِ علم ہوئے جاتے ہیں نسواں پیکر

جس طرف بھی قدم اٹھتا ہے چلے جاتے ہیں
مردوزن ایک ہی سانچے میں ڈھلے جاتے ہیں

درس وتدریس کا ماحول نہ آیا انہیں راس　　　دل میں ہے عظمتِ استاد نہ ماں باپ کا پاس
یوں مسلماں ہیں مگر دل نہیں اسلام شناس　　　صرف 'اسلام پسندی' پہ ہے ذہنوں کی اساس

طرزِ مغرب پہ مُصر تا حدِ بیداد ہیں یہ
'حریت پیشہ' ہیں ہر قید سے آزاد ہیں یہ

ان کا مقصودِ تکلّم ہے فقط لاف وگذاف　　　نوعِ انساں کے تخجل ان سے ہیں دونوں اصناف
جب خطابت میں زباں ہوتی ہے سرگرمِ مصاف　　　اور کھل جاتے ہیں دیوارِ تعقل کے شگاف

منکرِ سجدۂ آدم کو ولی مانتے ہیں
ذاتِ خالق کو یہ تخلیق بشر جانتے ہیں

اپنی تہذیب وتمدن سے ہیں یکسر بیزار　　　اہل مغرب کی تاسی ہے عمل کا معیار
چلنے پھرنے میں بھی ہیں غیرارادی اطوار　　　جیسے ہوں 'خوابِ خرامی' کے پرانے بیمار

عقل سرگشتہ ہوئی، فکر کا اسلوب گیا
جا کے مغرب کی طرف مہرِ یقیں ڈوب گیا

آتے ہیں بزم میں اپنوں کی بہ شکلِ اغیار　　　غیر مانوس ہیں باتیں تو سماعت پہ ہیں بار
فکرِ آوارہ کے باعث ہے توجہ دشوار　　　ذہنِ خوابیدہ کی تاثیر سے آنکھوں میں خمار

ہر نفس ایک تسلسل ہے غلط کاری کا
کوئی امکاں ہی نہیں بخت کی بیداری کا

لاکھ اقبالؔ کریں شکوۂ میراثِ پدر　　　کیا کرے علمِ پدر کو کوئی کر کے ازبر
باپ کا علم ہے بیٹے کی نظر میں کمتر　　　دورِ آہن کا ہے وہ، اور یہ ایٹم پرور

ایسا اندازِ تفکّر کہیں دیکھا ہی نہیں
باپ بیٹے کے مسائل کو سمجھتا ہی نہیں

رشتے ناتے سبھی اس دور میں ہیں بے بنیاد　　ماں کی آغوش میں بھی دور ہے ماں سے اولاد
بُعدِ نسلی کا تصور جو نہ ہوتا ایجاد　　قیدِ تہذیب سے یہ نسل نہ ہوتی آزاد

اپنی کشتی جو نہ آپ اس نے ڈبوئی ہوتی
آج کیوں اسپِ خرد بیچ کے سوئی ہوتی

نسلِ نو ہے تو خطا پر مگر اتنی بھی نہیں　　ابتدا اس کی ہے وہ دور پسِ بانی دیں
جب 'تغیر کے ولی' ہونے لگے تخت نشیں　　اپنی مرضی سے بدلتے رہے شرعی آئیں

شارعِ عام پہ انصاف کا یوں خون ہوا
لبِ حاکم پہ جو آیا وہی قانون ہوا

صاف ظاہر ہے کھلی بات' عیاں را چہ بیاں　　شر کا ہو دور تو کیا خیرِ عمل کا امکاں
وادیِٔ وہم میں کھو جائے جو ذہنِ انساں　　نیند بالرّائے بنے ذکرِ خدا کی میزاں

دامنِ فکر سے جب داغِ خرد دُھل جائے
اس ترازو میں نمازِ سحری تُل جائے

نیند کا ربط بظاہر تو عبادت سے نہیں　　خلل آتا ہے نمازوں میں اگر یہ ہو قریں
اِس کا مقصد جو پیمبرؐ کی حفاظت ہو کہیں　　پھر یہی نازشِ تقویٰ ہے بہ فتوائے یقیں

کلِّ ایماں سے جو حاصل اُسے نسبت ہو جائے
نیند منجملۂ ارکانِ عبادت ہو جائے

خوابِ راحت کو دیا اوجِ عبادت کس نے　　کی ہے خطروں میں پیمبرؐ کی نیابت کس نے
اپنے جلووں سے سجادی شبِ ہجرت کس نے　　کر دیا نیند کو ہم دوشِ مشیت کس نے

کیوں وفا کو نہ ہو اس جانِ وفا پر تکیہ
خوابِ بستر پہ محمدؐ کے' خدا پر تکیہ

شبِ ہجرت ہی پہ موقوف نہیں شانِ علیؑ　　وقف ہر آن رہی حق کے لئے جانِ علیؑ
پرورش دین نے پائی تہہِ دامانِ علیؑ　　ماورا ہے خرد و فہم سے عرفانِ علیؑ

مرتبہ ان کا بشر جانے تو کیوں کر جانے
حق تو یہ ہے کہ خدا جانے' پیمبرؐ جانے

صاحبِ عزّم قوی' نازشِ کردارِ علیؑ　　جہدِ تبلیغ میں اللہ کی تلوار علیؑ
مجمعِ کفر میں توحید کا اقرار علیؑ　　کون سمجھے کہ ہے مجموعۂ اسرار علیؑ

سرسری دیکھنے والے تو پیمبرؐ سمجھے
ہوگئی جن کی نظر خیرہ وہ داور سمجھے

عینِ اقدام پیمبرؐ تھا ہر اقدام علیؑ　　تھا جو پیغامِ محمدؐ وہی پیغامِ علیؑ
دینِ اسلام ہے منّت کشِ اکرامِ علیؑ　　نام کا ہے وہ مسلماں جو نہ لے نامِ علیؑ

زعمِ باطل نے ہلاکت کو گوارا نہ کیا
ایسے محسن سے عدو نے بھی کنارا نہ کیا

خانۂ حق کے در و بام' در و بامِ علیؑ　　وہی آغازِ علیؑ اور وہی انجامِ علیؑ
صرفِ ایثارِ مسلسل سحر و شامِ علیؑ　　بسترِ ختمِ رسلؐ' منزلِ آرامِ علیؑ

بن گئی جو سپرِ احمدِؐ مختار وہ نیند
جس سے اسلام کی قسمت ہوئی بیدار وہ نیند

بانیِ دیں ہے نبیؐ ناصرِ اسلام علیؑ　　دوشِ اقدس کی قسمؐ کا سرِ اصنام علیؑ
فرش سے عرش بریں تک ہے بہر گام علیؑ　　ایسا عالی کہ خدا کا ہوا ہمنامِ علیؑ

موت کو زیست کا سلجھا ہوا انداز دیا
جس نے اسلام کو شبیرؑ سا جانباز دیا

کون شبیرؑ! پیمبرؐ کے گھرانے کا وقار   فاطمہؑ کیش، علیؑ فکر، محمدؐ کردار
پاک دل، پاک نظر، نیک عمل، نیک شعار   کبھی ٹھہرا ہوا دریا، کبھی طوفاں بہ کنار
ہو مدینہ تو سراپائے حسنؑ ہے شبیرؑ
کربلا ہو تو شہِ قلعہ شکن ہے شبیرؑ

اعتمادِ دلِ خوددارِ رسولِؐ عربی   زیب دیتا ہے جسے تاجِ حسینؑ منّی
ہر عمل جس کا انا مِن کی ہے تفسیرِ جلی   جس کو طوفانِ حوادث میں یہی فکر رہی
خیر سے کشتیِ اسلام کہیں پار اُترے
وعدہ طفلی کا وفا ہو تو بڑا بار اُترے

اسی مقصد کو لئے روضۂ سرور سے چلا   بہرِ تکمیلِ وفا ساتھ بھرے گھر کو لیا
دل میں اندیشۂ امروز نہ بیمِ فردا   سر ہتھیلی پہ لئے دشت بلا میں پہنچا
مطمئن تھا کہ بلا دین کی ٹل جائے گی
چین سے سوئیں گے، آرام کی نیند آئے گی

نرغہ اعدا نے کیا اور نہ ہمت ٹوٹی   قحط پانی کا ہوا اور نہ ہمت ٹوٹی
اُمڈی اک سیلِ بلا اور نہ ہمت ٹوٹی   آسماں ٹوٹ پڑا اور نہ ہمت ٹوٹی
ظلم کی راہ میں اک کوہِ گراں بن کے اُٹھا
تھا اولوالعزم تو پیری میں جواں بن کے اُٹھا

شبِ ہفتم سے ہوئی ظلم کی شدت کچھ اور   قتلِ شبیرؑ کی تدبیر پہ ہونے لگا غور
بگڑے بگڑے نظر آئے سپہِ شام کے طور   صبر والوں سے مگر دب کے رہی کثرتِ جور
زندہ اب تک ہیں رہِ راست پہ چلنے والے
اپنی ہی آگ میں خود جل گئے جلنے والے

کلمہ گو مسلکِ آزر پہ چلے زر کے لئے   کتنی تلواریں چڑھیں سان پہ اک سر کیلئے
لمحۂ فکر ہے انصاف کے خوگر کے لئے   اس قدر کثرتِ افواج بہتّر کے لئے
ملک گیری کا ہے پہلو نہ ہوس رانی کا
کربلا نام ہے شبیرؑ کی قربانی کا

موقفِ سبطِ نبیؐ کا کسے اقرار نہیں   وہ حقیقت ہے کہ دشمن کو بھی انکار نہیں
فکر کی راہ میں حائل کوئی دیوار نہیں   چشمِ بینا کے لئے فیصلہ دشوار نہیں
اک ذرا دیدۂ انصاف نگر سے دیکھو
شبِ عاشور کو بے لوث نظر سے دیکھو

اُس طرف شام کے لشکر کا جنونِ پیکار   اِس طرف جمع ہیں فرزندِ نبیؐ کے انصار
ذکرِ حق ہونٹوں پہ، دل یادِ خدا میں بیدار   جوشِ نصرت میں ہر اک لب پہ یہی ہے گفتار
لگ گئی آنکھ تو تقدیر بھی سو جائے گی
جاگ لو آج تو کل چین سے نیند آئے گی

ایک جانب تو یہ اندازِ رفیقانِ حسینؑ   اک طرف صدق کے لہجے میں یہ اعلانِ حسینؑ
فوجِ اعدا کو ہے درکار فقط جانِ حسینؑ   جس کو جانا ہو چلا جائے یہ فرمانِ حسینؑ
تم کو ہر قید سے آزاد کئے دیتا ہوں
شمع گل کرتا ہوں، بیعت بھی اٹھا لیتا ہوں

لوحِ تاریخ پہ روشن ہے جوابِ انصار   سب کی یہ عرض کہ اس لطفِ عنایت کے نثار
لیکن آقا سے جدا ہو کے ہے جینا دشوار   زندہ سو بار اگر ہوں تو فدا ہوں سو بار
پائے شبیرؑ کو معراج کی منزل سمجھیں
موت آئے تو اسے زیست کا حاصل سمجھیں

الله الله ملک وش یہ بہتّر انساں   ان کے جادے میں نہیں تیرہ شبی کا امکاں
شمع بجھ جائے کہ جلتی رہے، دونوں یکساں   کہ ہر اک دل میں فروزاں ہے سراجِ ایماں
دور تک شمعِ عقیدت کی ضیا جاتی ہے
روشنی حرّ کی نگاہوں میں سما جاتی ہے

خیمۂ حرّ میں ہے کم آج کی شب ظلمتِ شام   دلِ شرمندہ سے کرتا ہے یہ رہ رہ کے کلام
میں نہیں عفو کے لائق نہ سہی، وہ ہیں امام   جان کفارے میں دیدوں تو ملے کیفِ دوام
خواب دیکھا ابدی نیند کا شب بھر حرّ نے
کرلیا بخت کو بیدار نہ سو کر حرّ نے

صبحِ دم آ کے ہوا شاملِ دربارِ حسینؑ   کھینچ لائی کشش عظمتِ کردارِ حسینؑ
ہوگیا تکملۂ حلقۂ انصارِ حسینؑ   ایسے انصار جو تھے نازشِ افکارِ حسینؑ
سب ابوذر تھے زر و مال سے رغبت کیسی
ٹھہرے جانباز تو پھر زیست کی قیمت کیسی

یہ تو مرنے کیلئے آئے تھے سر دے کے گئے   ظلمتِ شام کو تنویرِ سحر دے کے گئے
چشمِ ہستی کو بصیرت کی نظر دے کے گئے   دین کے دل کی دعاؤں کو اثر دے کے گئے
جان دی اور حیاتِ ابدی تک پہنچے
بزمِ شبیرؑ سے دربارِ نبیؐ تک پہنچے

کٹ گئی فوج تو سردار کی باری آئی   شام والوں کیلئے ساعتِ خواری آئی
قہر کی لہر سوئے لشکرِ ناری آئی   رن میں فرزندِ پیمبرؐ کی سواری آئی
زندگی رُخ پہ لئے موت کے تیور نکلی
فرسِ شاہ بڑھا، تیغ دو پیکر نکلی

بڑھ کے میداں میں ہوئے معرکہ آرا سرور   الاماں کا ہوا اک شور میانِ لشکر
رک گئی تیغِ علیؑ نامِ محمدؐ سن کر   واسطہ دینے لگے روحِ نبیؐ کا خودسر
طے ہوئی راہ، مسافر سرِ منزل پہنچا
سرِ شبیرؑ تہہِ خنجرِ قاتل پہنچا

ہوگیا حشر بپا ارض و سما کے مابین   مل گیا فاطمہؑ سے فاطمہؑ کا نور العین
عصر تک ختم ہوا سلسلۂ جہدِ حسینؑ   سرخرو ہوگیا فرزندِ رسولؐ الثقلین
آسماں جھک گیا معراجِ زمیں کی خاطر
خاک پر سو گئے بیداریِ دیں کی خاطر

فتح کے باجے بجانے لگے اعدا تو وہاں   اِس طرف آلِ پیمبرؐ میں اٹھا شورِ فغاں
جشن کا لشکرِ شر میں نظر آتا تھا سماں   پھر چڑھایا گیا نیزے کی انی پر قرآں
اور اک گام رہِ ظلم میں گمراہ بڑھے
آگ لے کر طرفِ خیمہ گہہ شاہ بڑھے

مال و اسباب لُٹا، لوٹی گئی چادر بھی   سیلیاں کھائیں سکینہؑ نے، چھنے گوہر بھی
جھولا اصغرؑ کا جلا، مسندِ پیغمبرؐ بھی   نذرِ آتش ہوا خاصانِ خدا کا گھر بھی
خیمے جلتے ہیں تو اک شورِ فغاں اٹھتا ہے
خانۂ فاطمہؑ زہرا سے دھواں اٹھتا ہے

ادھر جلے خیمہ میں ہیں ایک طرف اہلِ حرم   خون کے رنگ میں ڈوبی ہوئی تصویرِ الم
دل کی دھڑکن سے ہم آہنگ صدائے ماتم   کھوئی کھوئی سی نظر، رنج و محن کا عالم
غم کی بوچھار بھی ہے ظلم کی یلغار بھی ہے
بسترِ خاک پہ اک لاغر و بیمار بھی ہے

ایک بی بی درِ خیمہ پہ کھڑی ہیں مضطر احتیاطِ نگہہ و ضبطِ فغاں کا پیکر
جہدِ شبیرؑ کی وارث، شہِ دیں کی خواہر کبھی خیمے پہ کبھی دشت کی راہوں پہ نظر

کبھی بیواؤں کو دیتی ہیں دلاسا زینبؑ
گرد خیمے کے کبھی پھرتی ہیں تنہا زینبؑ

ادھ جلے خیمے میں اک بار جو زینبؑ آئیں دیکھا اک ایک سے کہتی ہیں یہ بانوئے حزیں
کہ سکینہؑ نظر آتی نہیں بچوں میں کہیں لوگو ڈھونڈو تو کہاں کھو گئی وہ ماہ جبیں

یہ تو ممکن نہیں تھک کر کہیں سوتی ہوگی
باپ سے پہلے پہل چھوٹی ہے، روتی ہوگی

یہ جو زینبؑ نے سنا جسم میں رعشہ آیا پھر گیا بھائی کی رخصت کا نظر میں نقشا
جاتے جاتے یہی فرما گئے تھے شاہِ ہدا اے بہن میری سکینہؑ سے خبردار ذرا

مجھ سے مانوس بہت ہے مری دختر زینبؑ
جان دے دے نہ مرے بعد یہ رو کر زینبؑ

یہ تصوّر جو بندھا کانپ اٹھی بنتِ علیؑ دل میں جو آگ بھڑکتی تھی وہ اشکوں میں ڈھلی
یہ صدا دیتی ہوئی جانبِ ویرانہ چلی اے سکینہؑ، مری بچی، مری نازوں کی پلی

رات اندھیری ہے مجھے راہ دکھا دو واری
تم کہاں ہو، میں کدھر آؤں، بتا دو واری

کسی گوشے سے نہ زینبؑ کو ملا کوئی جواب ظلمتِ شب میں بھٹکتی رہی چشمِ بیتاب
ٹھوکریں کھاتی بڑھی جاتی تھی باحالِ خراب یہی دُھن تھی کہ سکینہؑ کہیں مل جائے شتاب

کبھی رو کر دلِ صحرا کو ہلا دیتی تھی
کبھی عباسؑ کو گھبرا کے صدا دیتی تھی

اسی عالم میں چلی جاتی تھی بنتِ زہراؑ دفعتاً مقتلِ شبیرؑ سے آئی یہ صدا
اے بہن صبر سے لے کام ذرا دل ٹھہرا میرے مقتل کی طرف میری صدا پر آ جا

یوں پریشاں نہ ہو اس طرح نہ گھبرا زینبؑ
سو رہی ہے مرے سینے پہ سکینہؑ زینبؑ

سن کے بھائی کی صدا زینبِؑ دلگیر چلیں دل تڑپ اٹھا نظر آئی جو مقتل کی زمیں
دیکھتی کیا ہیں کہ اک لاشۂ بے سر کے قریں پاؤں پھیلائے ہوئے سوتی ہے وہ ماہ جبیں

حلقہ باہوں سے کٹے حلق پہ کر رکھا ہے
لاش کے سینۂ صد چاک پہ سر رکھا ہے

بنتِ زہراؑ نے سکینہؑ کو جو سوتے دیکھا مطمئن ہو تو گئیں دل بھی مگر بھر آیا
بہرِ تسلیم جھکیں پہلے سوئے شاہِ ہدا پھر جگانے لگیں بچی کو ہلا کر شانہ

پیار سے لختِ دلِ سبطِ نبیؐ کو دیکھا
خواب سے چونک کے بچی نے پھوپھی کو دیکھا

پوچھا زینبؑ نے کہ اے راحتِ قلبِ شبیرؑ ہم سے کیوں روٹھ گئیں کیا ہوئی ہم سے تقصیر
ماں نے کچھ کہہ دیا یا آ گئی یادِ بے شیر بی بی! اصغرؑ تو اُدھر سوتے ہیں کھائے ہوئے تیر

باپ کے ہاتھ سے تربت میں جگہ پائی ہے
تین دن تڑپے تھے اب چین سے نیند آئی ہے

رو کے بچی نے کہا ایسی نہیں بات پھوپھی میں سمجھتی تھی کہ اصغرؑ تو ملیں گے نہ کبھی
رات تھی، نیند کا ہنگام تھا، میں کیا کرتی دشت میں ڈھونڈتی بابا کو نکل آئی تھی

کہتی جاتی تھی مجھے پاس بلا لو بابا
کتنی رات آ گئی سینے پہ سلا لو بابا

بولیں زینبؑ کہ میں واری یہ طریقہ کیا تھا   یہ شبِ تیرہ و تاریک، یہ پُر ہول فضا
ایسے عالم میں چلی آئیں اکیلی، یہ کیا   کچھ بتایا نہ مجھے اور نہ ماں سے پوچھا
کہیں کھو جاتیں جو صحرا میں تو میں کیا کرتی
عمر بھر بیٹھی ہوئی راستہ دیکھا کرتی

ہاں مگر یہ تو بتا مجھ کو مری لختِ جگر   اس اندھیرے میں چلی آئی یہاں تک کیونکر
نہ بیاباں کا تجھے ہوش نہ رستوں کی خبر   واری کس نے یہ بتایا کہ یہ ہے لاشِ پدر
تو ہے معصوم غم و رنج سے بے جان بھی ہے
اور یہ لاش تو بے سر بھی ہے، پامال بھی ہے

کہا بچی نے پھوپھی جان عجب بات ہوئی   دشت میں ڈھونڈتی بابا کو چلی آئی تھی
ناگہاں ایک طرف نور کی اک لَو اُٹّھی   اور مرے کان میں آئی یہ صدا بابا کی
نیند آئی ہے کلیجے سے لگا لوں بیٹی
آ، ادھر آ تجھے سینے پہ سلا لوں بیٹی

میں ادھر آئی تو یہ منظرِ حیرت دیکھا   راہ تکتے تھے مری ہاتھ اٹھائے بابا
بار بار آتی تھی یہ لاشۂ بے سر سے صدا   میری بچی، مری معصوم سکینہؑ آ جا
آخری بار ترے ناز اٹھا لے شبیرؑ
اور اک شب تجھے سینے پہ سلا لے شبیرؑ

صبح دم مجھ سے ہے رخصت تجھے ہونا بیٹی   بے سبب میرے لئے جان نہ کھونا بیٹی
چند دن کی یہ جدائی ہے نہ رونا بیٹی   حشر تک پھر مری آغوش میں سونا بیٹی
اور کچھ دن مری فرقت تجھے تڑپائے گی
وادیِ شام میں پھر چین سے نیند آئے گی

کربلا ختم ہوئی، زندہ ہیں لیکن اذکار   جہدِ سرور ہے دلِ اہلِ عزا میں بیدار
کیسے آرام سے سوتے ہیں شہیدائے کرّار   ''خواب پر ان کی ہے بیداریِ کونین نثار''
روح، تکمیلِ فرائض سے سکوں پاتی ہے
مطمئن دل ہو تو کیا چین سے نیند آتی ہے

☆----☆----☆----☆----☆